سوال

(549)زکواۃ کی مدسے اور عشر سے مدرس کی تنخواہ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زکواۃ کی مدسے اور عشر سے مدرس کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں۔ یا مدرسہ کے کسی خرچ میں مثلاً کتب خانہ۔ یا مرمت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں۔ (محمد سعیدز)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

زکواۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف فی سبیل اللہ بھی ہے۔ فی سبیل اللہ کی تفسیر بعض علماء عام کرتے ہیں۔ وہ ہر نیک کام میں زکواۃ خرچ کرنا جائز کہتے ہیں۔ نیک کاموں میں مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دیگر ضروریات بھی شامل ہیں۔

شرفیہ

میں کہتا ہوں کے فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء نے کتنی وسعت کی ہے۔ کہ کوئی شے بھی اس کے شمول سے باہر نہیں جا سکتی۔ تو پھر آٹھ مصارف کے بیان کی کیا ضرورت تھی۔ غور کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین وغیرہ جمہور صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کو شہر کی حفاظت خندق وغیرہ۔ مساجد۔ کنواں۔ مردوں کے کفن دفن پلوں وغیرہ کی ضرورت تھی۔ مگر مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بھی آپ نے یا خلفاء راشدین نے زکواۃ کے مال میں سے ان امور پر صرف کیا ہو۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ باوجود ضرورت مال زکواۃ کو ان پر صرف نہ کرنا۔ اور اسی طرح سے ان امور کو سر انجام دینا مال زکواۃ کو ان پر صرف نہ کرنے کی بین دلیل ہے۔ اور لفظ فی سبیل اللہ کا عموم یا کلیہ نہ ہونے پر بھی صحیح مسلم وغیرہ کی مرفوع حدیث بھی ہے۔ کہ عبد المطلب بن ربعیہ اور فضل بن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مال زکواۃ تحصیل پر ہم کو مقرر کر دیں۔ تاکہ ہم بھی وصول کر کے کچھ معاوضہ لیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ مال زکواۃ اوساخ الناد ہے۔ "وانہا لا تحل لمحمد ولا لال محمد ﷺ" (ج 1۔ ص343) ثابت ہوا کہ سادات بنی ہاشم کی ضرورت کو پورا کرنا فی سبیل اللہ میں داخل تھا۔ مگر پھر بھی ان پر جائز نہیں اور مفت بھی نہیں محنت ھی مگر پھر بھی ناجائز ثابت ہوا کہ ویسے ہی مساجد خانہ خدا پر بھی اوساخ الناس صرف کرنا جائز نہیں۔ کفن دفن پر بھی جائز نہیں۔ کے مال زکواۃ حق زندوں کا ہے۔ مردوں کا نہیں۔ ورنہ فقراء مساکین وغیرہ مصارف مذکورہ فی القران زندوں اور مردوں دونوں کا حق مساوی ہوگا۔ تو مال زکواۃ زندوں کا حق مردوں ہی پر پورا نہ ہوگا۔ چہ جایکہ قلعے مساجد وغیرہ ان کی تجدید ہی مشکل ہوگی۔ ازلیس فلیس۔ اور پلوں اور سڑکوں۔ قلعوں نہروں چشموں مسافر خانوں۔ لنگر خانوں شہروں کی فصلوں غرباء تجار جن کے پاس کاروبار چلانے کو روپیہ کم ہے۔ اون کو اور کاشتکاروں کو قرض دینا وغیرہ کے عموم میں داخل ہیں۔ ان پر صرف کیا جائے گا تو اس صورت میں بھی زندوں فقرائی مساکین وغیرہ مصارف کے لئے خاک بھی نہیں بچ سکتا۔ اور

"یذکر الناس عن ابی اساس قال حملنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ابل الصدقۃ للحج انتہی ما فی ترجمۃ البخاري"

اول تو یزکر ہے۔ دوم اس میں تصریح نہیں کہ وہ لوگ غنی تھے۔ اور صرف حج ہی باعث حمل تھا۔ بظاہر وہ زکواہ کے مستحق معلوم ہوتے ہیں۔ یہی جواب عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول یعطی فی الحج کا ہے۔ اور

"وقال الحسن ان اشتري اباہ من الزکوۃ جازبہ فی الرقاب"

کا ایک فرد ہے۔ اور اغنیاء کو مال زکواۃ لینے کے متعلق حدیث مرفوع میں آچکا ہے۔

"لغاذ فی سبیل اللہ او لعامل علیھا او لغارم او لرجل اشتراہا بمالہ او لرجل کان لہ جار مسکین فتصدق علی المسکین فاهدي المسکین علی الغنی" (رواہ مالک وابوداود مشکواۃ ج 1 ص 16)

خلاصہ یہ کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں ایسی وسعت نہیں کہ دنیا کی تمام ضروریات کو شامل ہو جیسے کہ بعض علماء نے حواشی مذکورہ میں کیا ہے۔ بس اس سے جہاد میں صرف کرنا مراد ہے۔ ہاں اگر کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح کی نص سے کسی شے میں کسی کو علاوہ جہاد کے صرف کرنے میں ثابت ہوجائے۔ تو فبہا ورنہ نہیں۔ اور دینی مدارس جہاں کتاب وسنت کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہو۔ کتاب وسنت پر عمل بھی صحیح طور پر ہو۔ صورت سیرت کتاب وسنت کے مطابق ہو وہاں دینی جائز ہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ تعلیم انگریزی ہندی وغیرہ دنیوی علوم کی ہو۔ اور برائے نام کچھ عربی کا قلیل اقل شغل رکھ لیا ہو نہ صورت نہ سیرت نہ نماز کی پابندی نہ اور فرائض کی نہ اخلاق حمیدہ نہ اساتذہ پابند شرع بلکہ بعض شرع کا مذاق اڑانے والے تو وہاں قطعاً جائز نہیں۔ پس قسم اول کو ہی دینی جائز ہے۔ اور مدارس مذکورہ جن ک دینی جائز ہے۔ ان میں طالب علم اصل ہیں۔ جو عموماً نادار اور مفلس ہوتے ہیں۔ یا جن کو والدین وغیرہ علم دین حاصل نہیں کرنے دیتے۔ اور وہ گھر سے نکل کر عموماً پردیس میں پڑے رہتے ہیں۔ وہ ابن السبیل بھی ہوتے ہیں۔ مسکین فقیر بھی پھر ان کے خورد و نوش لباس وقیام کتب وغیرہ کا اانتظام جس میں مدرسین جزاول ہیں۔ پھر اگر وہ نادار ہوں یعنی اگر وہ صاحب جاداد نہیں۔ کہ درس دے کر ان کو اپنی ضروریات کےلئے مدرسہ سے لینے کی ضرورت نہ ہو تو پھر ان کو بھی جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ کہ اگر وہ اور کام کرتے تو تنخواہ سے اپنی ضروریات پوری کرتے۔ اب مدرسے سے کریں گے۔ مدرسہ کی تعمیر کتب کی خرید جلد سازی بھی بلکہ اگر مدرسے میں اور ملازم منشی وغیرہ کی ضرورت ہو وہ بھی مدرسہ میں داخل ہے۔ جیسے بیت المال یا تحصیل ذکواۃ میں قرون ثلاثہ میں تھا۔ ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ متولی اور ناظم مدرسہ پابند شرع خدا ترس زی علم جو کتاب وسنت سے اچھی طرح واقف ہو۔ اور انتظام کا مادہ بھی۔ اور حتیٰ الامکان وہ زکواۃ کے مال کو وہیں صرف کرے جہاں جہاں کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ مدارس میں اور طریق سے بھی چندہ وصول ہوتا ہے۔ اور مدوں میں حتی الامکان اور چندوں سے صرف کرے۔ ہاں چرم قربانی بھی مدارس مذکورہ دینیہ میں دی جاسکتی ہیں۔

اور جب ثابت ہوچکا کہ قرآن شریف میں إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ

میں لام لبیان المصرف ہے للتملیک نہیں کما فی الفتح اور مصرف صرف آٹھ ہی ہیں۔ اور لفظ فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد میں ہی صرف کرنا مراد ہے۔ ورنہ اگر ایسا عام مراد ہوتا جیسے بعض علماء نے لکھا ہے۔ کہ کوئی چیز کوئی مصرف اس سے باہر نہیں رہتا دنیا کے مصارف اس میں آجاتے ہیں۔ تو پھر آٹھ کا بیان ہی معاذاللہ فضول ہے۔ وازلیس فلیس اگر یہ لفظ اول ایۃ میں ہوتا تو اس کے بعد کو اس کی تفسیر بنایا جاتا۔ اور اس کو سب سے آخر ہوتا۔ تو تعمیم بعد تخصیص سو یہ بھی نہیں تو سوا اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ یہ مشتقل ایک چیز ہے۔ جو اور اقسام کو جو اس کے ساتھ مذکور نہیں ان کو شامل ہو اس لئے کہ تقسیم اقسام میں تقابل اور ہر ایک دوسرے کا قسیم وہتا ہے۔ اور عموماً مذکور میں شمول ہوتا ہے۔ لہذا تسیر بعض علماء قطعاً باطل ہے۔ صرف جہاد ہی مراد ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر ذکواۃ می اتنی وسعت نہ کی جائے ھ تو اور مصارف کفن دفن موتی مساجد وچاہ وغیرہ کیسے بنیں تو جواب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں زکواۃ کے علاوہ بھی مال صرف کرنے کا حکم یا تاکید ہے۔ اس میں سے ان امور کو سر انجام دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ دیا جاتا تھا۔ زکواۃ کے مصارف کو تو خود اللہ تعالیٰ نے معین کردیا ہے۔ اور وہ جانتا بھی ہے۔ اور تھا کہ فلاںفلاں امور کی ضرورت ہوگی پھر بھی آٹھ ہی کو بیان کیا عام نہ رکھا۔ ہاں اور طرح اور مصارف یا اور اشیاء کو بیان کردیا۔ وہ یہ ہے

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٢٠ سورة المزمل

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ٢٧٢ سورة البقرة

دیکھیئے زکواۃ کے بعد جس چیز کا بیان ہے۔ وہ ہر قسم کے خرچ کو شامل ہے۔ جو مشروع ہے۔

"وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المال لحقا سوي الزکات ثم تلا لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب الایۃ" (رواہ ترمذي وابن ماجہ۔ والدارمی مشکواۃ ج1 ص 169)

"وعن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ام سعد ماتت فاي الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا فقال ہذہ لام سعد" (رواہ ابوداود والنسائی مشکوۃ ج10 ص169)

"وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان اہطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ رواہ مسلم مشکوۃ ج1 ص32 وقال ایضا ان مما یلحق المومن من عملہ حسنتۃ بعد موتہ علما علمہ ونشرہ وولدہ اصا لحا ترکہ او مصحفا ورثہ او مسجدا بناہ او بیتا لا بن السبیل بناہ او نہرا اجراہ او صدقۃ اخرجہا من مالہ فی صحہ وحیاتہ یلحقہ بعد موتہ" (رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان مشکوۃ ج1 ص36)

"وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یشتري بئر رومۃ یجعل دلوہ مع دلاء المسلمین بخیر لہ منہا فی الجنۃ" (الحدیث والدار قطنی مشکوۃ ج1 ص56)1

"وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجدا ابنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ) (متفق علیہ مشکوۃ ج1 ص6)8

ان امور مذکورہ میں مدارس کی تعمیر بھی آسکتی ہے۔ اور ہر قسم کے مصارف وضروریات عامہ اور ہر جگہ وہر حال وموقعہ ناداری کا عذر غلط ہے۔ جب بعض زکواۃ دیتے ہیں۔ تو ویسے بھی خرچ کے مستحق بلکہ بعض اوقات ان پر یہ ضروری ہوجاتے ہیں۔ اور کفن دفن تو اہل اسلام پر ہوتی حق ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنہ رواہ مسلم وقال ایضا البسوا من ثیابکم البیض فانہا من خیر ثیابکم وکفنوا فیہا موتاکم" (رواہ الخمسۃ الا النسائی وصحہ الترمذي (بلوغ المرام) (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

جوابا عرض ہے کہ فقیر کے نزدیک تعمیر مدرسہ تنخواۃ مدرسین امداد طلبہ وفی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہے۔ اس لئے کہ لفظ مذکور عام ہے۔ بعض مفسرین بھی اس طرف گئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے۔

"قال بعضہم ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی الغزاۃ فقط ولہذا اجاز بعض الفقہاء صرف سہم سبیل اللہ الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصو نو عمارۃ المسجد وغیر ذلک لان قولہ وفی سبیل اللہ عام فی الکل فلا یختص دون غیرہ انتہی" (مطبوعۃ ج1 ص240)

بعض مفسرین (قفال مروزی) وغیرہ نے کہا ہے کہ لفظ سبیل اللہ عام ہے پس اس کو محض غازیوں پر منحصر کرنا جائز نہیں۔ اس لئے بعض فقہاء نے حصہ سبیل اللہ کا تمام وجود خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے۔ جیسے مردوں کا کفن دفن اور پل اور قلعوں کا بنانا مساجد کی تعمیر اور اس کے سوا جیسے مدرسہ کی تعمیل وغیرہ اس لئے کہ اللہ کا فرمان فی سبیل اللہ ہر ایک کو عام ہے۔ پس وہ غزوہ ہی کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔ امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

"اعلم ان ظاہر اللفظ فہ قولہ وفی سبیل اللہ لا یوجب القصر علی الغزاۃ فلہذا المعنی نقل القفال فی تفسیر عن بعض الفقہاء انہم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر ن تکفین الموتی وبناء الحصون وعمارۃ المساجد لان قولہ فی سبیل اللہ عام فی الکل انتہی"

(مفاتیح الغیب مصری ص 681ج 2)

یقین کروکہ اللہ تعالیٰ کے قول وفی سبیل اللہ کا ظاہر لفظ موجب عصر بر مجاہدین نہیں ہے۔اس معنی کے لحاظ سے امام قفال مروزی (محدث) نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے۔کہ انھوں نے زکواۃ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے۔جیسے تکفین موتی اور قلوں کا بنانا۔اور مساجد کی تعمیر اس لئے کہ اللہ کا قول وفی سبیل اللہ ہر (امور خیر) کو عام ہے۔ایسا ہی خاتمۃ المفسرین نواب صدیق حسن صاحب مرحوم نے تفسیر فتح البیان میں فرمایا ہے۔

"حیث قال ان للفظ عام فلا یجوز قصرہ علی نوع خاص ویدخل فیہ وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیرہ ذلک انتہی"(فتح البیان مصری ص 124ج 4)

بے شک لفظ فی سبیل اللہ عام ہے۔پس اس کو ایک خاص قسم (غزوہ) پر منحصر کرنا جائز نہیں۔اس میں نیکی کے تمام اقسام داخل ہیں۔کفن موتی پل اور قلعوں کا بنانا مسجدوں کا تعمیر کرنا اور بھی اس کے سوا(جیسے تعمیر مدرسہ وغیرہ) انتہیٰ''

ان عبارات سے ظاہر وباہر ہے۔کہ لفظ سبیل عام ہے۔جو ہر نیک کام کو شامل ہے۔اس میں طلباء کی امداد واعانت بھی شامل ہے۔جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے۔

"من انفق فی مالہ طلبۃ العلم صدق انہ انفق فی سبیل اللہ"

(ص 51 مطبوعہ ہاشمی) جس نے اپنا مال طالب علموں پر صرف کیا اس کی بابت یقیناً کہا جائے گا۔کہ یہ خرچ ثمانیہ سے سبیل اللہ میں داخل ہے۔اسی طور سے تعمیر عمارت مدرسہ بھی مال زکواۃ سے فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔کما مر بیانہ۔فقیر کے نزدیک اسی طور سے تنخواہ علماء مدرسین بھی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔امام شوکانی وبل الغمام میں لکھتے ہیں۔

"ومن جملۃ فی سبیل اللہ صرف فی العلماء فان لہم فی مال اللہ نصیبا سواء کانوا اغنیاء او فقراء بل الصرف فی ہذہ الجمعۃ من اہم الامور وقد کان علماء الصحابۃ یاخذون من جملۃ ہذہ الاموال التی کانت تفرق بین المسلمین علی ہذہ الصفۃ من الزکوۃ اہ ما لخصا"

(دلیل الطالب ص 432)

منجلہ سبیل اللہ کے علمائے کرام پر صرف کرنا بھی ہے۔اس لئے کہ ان کا بھی اس مال میں حصہ ہے خواہ وہ امیر ہوں یا فقیر۔بلکہ اس راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے۔علماء صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین بھی ان مالوں سے لیتے تھے۔جو مسلمان پر مد زکواۃ سے تقسیم کیے جاتے۔نواب محمد صدیق حسن صاحب مرحوم اس عبارت شوکانی کا ترجمہ اپنی کتاب ''عرف الجہادی'' میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔''سبیل اللہ مختص بہ جہاد نیست منجملہ سبل خدا صرف ذکواۃ اور اہل علم است۔ایشاں را نصیبے درمال خدااست توانگر باشد یا گدا بلکہ صرف آں دریں جہت اہم اموراست الخ(ص 71)

خاکسار تفسیر فی سبیل اللہ میں انہیں اصحاب مذکورین کا ہمنوا ہے۔اور اب تک اسی خیال پر قائم ہے۔سائل موصوف کی اگر اس سے تشفی ہوجائے۔اور خدا کرے کے ہوجائے۔تو فبہا ورنہ ان کے نزدیک جو حق ہو آشکارا فرمایئں۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد 01 ص 702